

بسم اللہ الرحمن الرحیم
 کتاب المسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کا رسول ہے اور اس کا علم
 ہے جو مثال دیا مریم کی طرف اور روح ہے اس کی طرف سے

کلام اللہ

جس میں مسیح کا این اللہ ہونا ثابت کیا گیا ہے

روز ٹڈاکٹر ایم۔ ایچ۔ ڈرائی

پنجاب ریسرچ بسنس سوسائٹی

انارکلی لاہور

تعداد ۱۰۰۰

۱۹۵۲ء

بارچہ رقم

نذر

اے کلمۃ اللہ گنگاروں کے حامی تیرے
حضور ایک بے نوا تیرے گلستان سے بکھرے
ہوئے پھولوں کی پنکھڑیاں پُٹن کر لایا ہے
اس نذر کو قبول کر، اس بیکی عبارت اور ان
بے جوڑ جملوں میں اپنی تاثیر ڈال ع
تاثیر کا سائل ہوں محتاج کو داتا دے

دورانی

مسح ابن اللہ

انجیل مقدس میں ابن اللہ ایک ایسا لقب ہے جو حضور نبوت کے ساتھ مسیح
کلمۃ اللہ کے لئے مستعمل ہے لیکن یہ خطاب اہل اسلام کو اس قدر ناگوار خاطر رہا کہ
اس کے منورہ جلو کو نظر انداز کر دیا۔ ہر اس اعتراض کو کہ جب خدا کی جوڑ نہیں تو پھر مسیح
جیسی مخلوق کے بیٹے کیونکر ہو سکتے ہیں۔

جلالی لقب اگر یہ مناسب نہیں کہ ہم ولایت لفظی پر بحث کریں تاہم یہ کہنا
طیروزوں نہ ہو گا کہ لفظ کی کچھ سیقت نہیں ہوتی وہ محض ایک
تقریباً لغت نامی ہے جس کے ذریعہ ہم کسی تصور کا اظہار کرتے ہیں مثلاً حضرت
سے زیادہ زمانہ مانا کو ابن الوقت کہا جائے۔ لیکن کیا ہم اس سے نتیجہ نکال
سکتے ہیں کہ زمانہ سازی شخص وقت نامی کے عکس سے پیدا ہوا ہے نہیں
بلکہ نہیں۔ اس لئے کہ لفظ ابن الوقت ایک خاص تصور کے لئے وضع کیا گیا ہے
جو اپنے معنوں میں نازیبا اور معیوب نہیں ہے بلکہ اس طرح ابن الوقت کا ایک خاص
مطلب ہے اسی طرح ابن اللہ کے ایک خاص معنی ہیں جس کو نادیدنی تصور کے ساتھ
کچھ واسطہ نہیں بلکہ اس جلالی لقب سے جو مسیح کی انواریت تسلیم کرتے ہیں
کو تو یہ پسندیدہ ہے کہ اللہ نے فرمایا کہ میں اور باپ ایک ہیں اور
میں سے نکلا اور آیا ہوں اور باپ میں مجھ میں ہے۔ اور کہ میں
قائم ہوں۔ است انجیل سمجھنے سے ابن اللہ کے طبیعت استعارہ میں مجھ کر گویا

جس کی پیدائش کا سبب کوئی انسان نہیں (لوقا ۱: ۳۵) اور سرور و قدس چمکتا
اور قد و قامت میں پہنچا انسان بن کر انسان کی طرح بڑھا۔ اور خدا اور انسان
کی مقبولیت میں لڑائی کر گیا (لوقا ۱: ۳۵) حالانکہ اس کا نام گدا اے
تو درست ہے۔ (یسعیاہ ۵۳: ۶)

یہ خدا ہے کہ انسان کی پیدائش بغیر کسی انسانی واسطے کے نہیں ہوتی
لیکن حضور مسیح کی پیدائش کا ایسا حال نہیں کہ اس کی پیدائش اختیاری
ہے۔ اس کو اختیار تھا کہ بشر بننا یا نہ بننا۔ لیکن وہ چاہا کہ اس میں
نہ نہ دم کی ضرورت اختیار کی یعنی اس کو اختیار تھا کہ اپنی مرضی سے ایک
حالت سے دوسری حالت میں آئے یا نہ آئے۔ لیکن چونکہ اس نے بشریت
کا واسطہ بننا پس جب سے وہ انسان کی فانی نسل سے بھی ملحق رکھتا ہے
پس خدا کی حکمت کا دوسرا تفصیل حضور مسیح کے ساتھ ہے یعنی انسانی حیثیت
ابن خدا اور انسانی حیثیت ابن مریم اور ابن مریم کا واسطہ مسیح کی انسانی اور
انسانی حیثیت کا واسطہ ہے یعنی انسانی حیثیت کو خدا پر کرتا ہے۔

الحاصل خدا نے آدم کو فانی کیا۔ اور انسانی نسل کا سبب بن گیا۔ لیکن
ابن خدا کو بچا لیا اور لفظ جنتا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ابن خدا کو
اور وہاں جب بالذات ہے اس کی پیدائش کی کوئی قدرت نہیں۔ بلکہ وہ تنہا
قائداً باطن کی حیثیت ظاہر ہے۔ آدم پر مرسل حضور مسیح کے واسطے
پیدائش کے سبب جیسے ابن خدا ہے۔ (لوقا ۱: ۳۵) ویسے ہی مریم بھی پیدائش
سے ابن خدا اور اس خدا آپ کے ساتھ ایک ہی اہمیت رکھتا ہے اور وہ
پس وہ بشریت کیونکہ وہ قسم ہو کر بن جتنا ہے۔ یہ الہانہ اور گمراہ
کی دوہریتیں ہیں۔ حیثیت اول انسانی حیثیت دوم بشریت اور بشری

حیثیت کو خدا ابن مریم کہے یا ابن آدم بات ایک ہی ہے وہ ہر حالت میں
سیر ہو تو اور وہاں بالذات ہے۔

ابن آدم چنانچہ ربنا مسیح نے ابن آدم کا لقب بھی اپنے لیے رکھا۔
فرمایا یسین اس خطاب سے آپ کے اس مشن کا پتہ چلتا ہے

جس کے لیے آپ نے انسانی شکل میں ظاہر ہو کر اپنی موت کو رانگی کی اور
ہر موت کی ہر دفی و باؤ کی وجہ سے وارث نہ بنو گئی۔ بلکہ انسان کی
بے لاد اور مردمانی کشمکش و یکدہ کر حضور مسیح کے اندر کھڑکیا۔ یہ انسانی کہ وہ
صلیبی موت کا مزہ چکے جس طرح کسی چلتے چلتے اپنے کی طوت ہماری فوج
میں بدل ہو جاتی ہے اور ہم اس کی مدد کے لیے کھڑے ہیں۔ اس سے کہیں
نیا دہرہ اس پر محبت اور پاک ابن خدا نے کس انسان کے لیے شرم اور
بچتا واسطہ اس کے دل پر ہمارے گناہوں کا جہرہ تھا اس سے اس
کی وہ حالت بھی آتی ہے جب وہ بد شمع کو بچ کر رو بہ لہذا ارنا مسیح کی
موت میں کوئی ایسی بات نہ تھی جس سے وہ پست سے تیار نہ ہو۔ تو اس
نے اپنی رضا مندی اور خوشنودی سے ان ساری باتوں کو اختیار کیا کیونکہ وہ
جانتا تھا کہ اس کی موت ہی کے ذریعہ خدا اور انسان میں ملاپ ہو سکتا ہے
اور وہ مقتدرہ پر اس سے وفادار رضا من کی طرح اپنا قول پورا کیا اور گوری پر
ہمارے گناہوں کے لیے اپنی جان دے دی پس حضور مسیح اس لقب سے
اول اپنے جسم کو ظاہر فرماتے ہیں اور ثانیاً اپنے متعلق اس کو ایک خصوصی
مذہب کے توال کہتے ہیں۔ یہ تو گویا کہ بننا اس سے ایک معمولی غلط
اپنی انسانی زندگی صلیبی موت۔ تعجب قیامت اور خضر باب آدمانی کا
اختیار فرما کر کہے ایک ایسی تریں خطاب بنا دیا۔ اگرچہ آپ کا مقصد اس قدر

جوئی اگر یہ انکشاف نام نہیں اس لئے عالم کو کلمہ اللہ کا نام نہیں دیا گیا جسے
ہر شخص خدا کا بیجا بھو اور اس کا نائب ہے ہر شخص رسول اللہ نہیں۔
اسی طرح ہر شخص روح کے کوئی اور شخص کلمہ اللہ نہیں کہلا سکتا یہ شک خدا
نے نہیں اپنی کتاب میں نہیں اور اس کو اپنا کلمہ فرمایا مگر خدا نزدیک شخص موجود
ہے لہذا کوئی الہامی کتاب بھی اس کی کاف شخصیت کو گور سے طور پر ظاہر کرنے سے
قاصر ہے گی۔ اس لئے خدا نے اپنی بڑی رحمت سے اپنی حکمت و قدرت اور
عقلی کا اظہار ایک شخص کے ذریعے جو انسانی شکل میں انسانوں کے درمیان
رہا۔ وہ گویا بندوں کے درمیان رہا، کا خیر خدا جس میں خدا اپنے بندوں کے ساتھ
جو دو پاش کرنے لگا۔ حالانکہ کلمہ اللہ ہر شخص عالم کا پست بندہ نہیں کہہ سکتے دیکھ لے
کتاب اور الفاظ بنا اور وہ ہی جسم میں ظاہر ہوا۔ انسان بن گیا۔ کلمہ خدا ہے؟
خدا کی ذات کا مظهر جس کی معرفت ہم خدا کو جان سکتے ہیں اور یہ اس کو کلمہ اللہ
کہا گیا تو کلمہ کی قدرت و حکمت اللہ جس و حکم اور عدل و انصاف کو کہہ سکتے ہیں
سکتے ہیں کیونکہ وہ خدا کا مظهر ہے تو کلمہ اللہ کے خیالات کا آئینہ ہوتا ہے۔
پس سچ کلمہ اللہ خدا کا ہے۔ جیسے جس میں دیدار الہی ہوتا ہے۔ جس نے
جیسے وہ جان اس نے باپ کو دیکھا۔ (یوحنا ۱: ۱۸)

کلمہ حق کلمہ بالذات تھا۔
مقبول ذکر ہے کہ لفظ کو اس جی کلمہ نہیں ہے
نوروں میں راجح ہوا اور نہ کوئی سے خاص طور
پر اپنی تحریر میں جگہ دی ہے نہ جگہ اسکیم اور طاقین نے کلمہ کے دو معنی دیے
یعنی کلمہ باطن اور کلمہ ظاہر کلمہ باطن سے مراد عقل ہے اور کلمہ ظاہر سے مراد
لفظ یا الفاظ کلمہ کلام کے دو معنی ہیں یعنی کلمہ نفسی اور کلمہ لفظی اور یہ کلام جو
کلمہ کی ذات میں مثل عقل اور فہم کے موجود تھا۔ اسے کلام لفظی کہہ سکتے ہیں

اللہ کے ایک عقل اللہ شخص کی سوا کھری اس کے روز
اور وہ شریعت وقت ہے جس میں اس کے کلمات ظہور
میں سے ازل سے کھڑا اور کلمہ جو قائم بالذات ہے میں خدا کی کلمہ کی ساری
کلمہ کے وسیلے سے پیدا ہوتا ہے اور کلمہ اس میں زندگی تھی اور وہ زندگی آدمیوں کا
نور تھا اور نور تائید میں چمکتا ہے تو تاریکی نے اسے قبول نہ کیا۔ لہذا کلمہ اللہ کی تائید
روشنی کی آمد کا نور ہو جاتی ہے مگر اخلاقی تائید کی روشنی کا مقابلہ کرتی ہے جس طرح
صبح کے وقت سورج کے طلوع سے رات کی تاریکی مٹ جاتی ہے اور سورج
کی روشنی زمین پر پھیلتی گئی ہے گو کلمہ جس کے اندر کثرت اور دوسرا کلمہ
ہوتا ہے آسمان پر سورج کی روشنی کو چھپا لیتی ہے اسی طرح اخلاقی تائید کا خال
ہے۔ لہذا جس کلام کے وسیلے سے عالم پیدا ہوئے وہ کلمہ زبان کا لفظ نہ تھا کیونکہ
لفظ بذات خود جادو ہے اس اور یہ ظاہر ہے کہ عادت کسی محدثات کا باعث نہیں
ہو سکتا۔ پس وہ اللہ تعالیٰ خدا تھا۔

دو پہلی راتیں خطے ہوتی کے گھر کے باوجود کچھ فساد میں نہ رہے۔
 چونکہ یہ وہی ٹیٹو تھی جس کی مجھ سے شہادت لی گئی تھی کہ یہ گھر کے کچھ سے
 عقب کی گلی میں تھا جس کی پینس سوئچ ۱۶ کا ۳۳ آگے تھا۔ وہ ہے اس
 سے بڑھ کر یہ کہ اس کی پینس سوئچ ۱۶ کا ۳۳ آگے تھا۔ وہ ہے اس
 کی پینس سوئچ ۱۶ کا ۳۳ آگے تھا۔ وہ ہے اس

کی پینس سوئچ ۱۶ کا ۳۳ آگے تھا۔ وہ ہے اس
 کی پینس سوئچ ۱۶ کا ۳۳ آگے تھا۔ وہ ہے اس
 کی پینس سوئچ ۱۶ کا ۳۳ آگے تھا۔ وہ ہے اس
 کی پینس سوئچ ۱۶ کا ۳۳ آگے تھا۔ وہ ہے اس
 کی پینس سوئچ ۱۶ کا ۳۳ آگے تھا۔ وہ ہے اس

کی پینس سوئچ ۱۶ کا ۳۳ آگے تھا۔ وہ ہے اس
 کی پینس سوئچ ۱۶ کا ۳۳ آگے تھا۔ وہ ہے اس
 کی پینس سوئچ ۱۶ کا ۳۳ آگے تھا۔ وہ ہے اس
 کی پینس سوئچ ۱۶ کا ۳۳ آگے تھا۔ وہ ہے اس
 کی پینس سوئچ ۱۶ کا ۳۳ آگے تھا۔ وہ ہے اس

نے نہیں جانتا کہ اس نے کون سا گھر میں تھا۔ وہ ہے اس
 کی پینس سوئچ ۱۶ کا ۳۳ آگے تھا۔ وہ ہے اس
 کی پینس سوئچ ۱۶ کا ۳۳ آگے تھا۔ وہ ہے اس

کی پینس سوئچ ۱۶ کا ۳۳ آگے تھا۔ وہ ہے اس
 کی پینس سوئچ ۱۶ کا ۳۳ آگے تھا۔ وہ ہے اس
 کی پینس سوئچ ۱۶ کا ۳۳ آگے تھا۔ وہ ہے اس

کی پینس سوئچ ۱۶ کا ۳۳ آگے تھا۔ وہ ہے اس
 کی پینس سوئچ ۱۶ کا ۳۳ آگے تھا۔ وہ ہے اس
 کی پینس سوئچ ۱۶ کا ۳۳ آگے تھا۔ وہ ہے اس
 کی پینس سوئچ ۱۶ کا ۳۳ آگے تھا۔ وہ ہے اس

کی پینس سوئچ ۱۶ کا ۳۳ آگے تھا۔ وہ ہے اس
 کی پینس سوئچ ۱۶ کا ۳۳ آگے تھا۔ وہ ہے اس
 کی پینس سوئچ ۱۶ کا ۳۳ آگے تھا۔ وہ ہے اس
 کی پینس سوئچ ۱۶ کا ۳۳ آگے تھا۔ وہ ہے اس

کی پینس سوئچ ۱۶ کا ۳۳ آگے تھا۔ وہ ہے اس
 کی پینس سوئچ ۱۶ کا ۳۳ آگے تھا۔ وہ ہے اس
 کی پینس سوئچ ۱۶ کا ۳۳ آگے تھا۔ وہ ہے اس
 کی پینس سوئچ ۱۶ کا ۳۳ آگے تھا۔ وہ ہے اس

اس کا گھیلنا یا زخم لانا، سبھی خوراک و زنا و فحش عند اللزوم سے بیکار ہو کر
 گئی تھی (مگر) بچوں کی طرف میں م دمی نہ رکھ رہے تھے جس پر ہم ان سے یہ کہہ
 کر مریم کو لے کر اپنے گھر میں آ کر رکھ دیا۔ حضرت محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 اور تمہارے جہاں کی عورتوں کو یہ کہہ دیا کہ (پھر ۲۰۰) روپے کا ہونا اور اسے
 منور ہو کر نکالنا۔ یہ کہیں نہ تھیں کہیں اس سے کہیں نہ ہو سکتے۔ یہ جو بچہ نکلا
 قیاس کے قیاس سے نکلا۔ (۱) انصاف و حسن ان کے لیے ہے۔ (۲) ان کے لیے
 اور ان کے لیے ہی ہے۔ (۳) ان کے لیے ہی ہے۔ (۴) ان کے لیے ہی ہے۔ (۵) ان کے لیے ہی ہے۔
 آدمی کے لیے اور عورت کے لیے۔ (۶) ان کے لیے ہی ہے۔ (۷) ان کے لیے ہی ہے۔ (۸) ان کے لیے ہی ہے۔

یہ کہیں نہ تھیں کہیں اس سے کہیں نہ ہو سکتے۔ یہ جو بچہ نکلا
 قیاس کے قیاس سے نکلا۔ (۱) انصاف و حسن ان کے لیے ہے۔ (۲) ان کے لیے
 اور ان کے لیے ہی ہے۔ (۳) ان کے لیے ہی ہے۔ (۴) ان کے لیے ہی ہے۔ (۵) ان کے لیے ہی ہے۔
 آدمی کے لیے اور عورت کے لیے۔ (۶) ان کے لیے ہی ہے۔ (۷) ان کے لیے ہی ہے۔ (۸) ان کے لیے ہی ہے۔

انکس وقت کی کیفیت اس طرح تھی کہ ان کے لیے ہی ہے۔ (۱) ان کے لیے ہی ہے۔ (۲) ان کے لیے ہی ہے۔ (۳) ان کے لیے ہی ہے۔ (۴) ان کے لیے ہی ہے۔ (۵) ان کے لیے ہی ہے۔ (۶) ان کے لیے ہی ہے۔ (۷) ان کے لیے ہی ہے۔ (۸) ان کے لیے ہی ہے۔

معلوم ہوا کہ ان کے لیے ہی ہے۔ (۱) ان کے لیے ہی ہے۔ (۲) ان کے لیے ہی ہے۔ (۳) ان کے لیے ہی ہے۔ (۴) ان کے لیے ہی ہے۔ (۵) ان کے لیے ہی ہے۔ (۶) ان کے لیے ہی ہے۔ (۷) ان کے لیے ہی ہے۔ (۸) ان کے لیے ہی ہے۔

یہ کہیں نہ تھیں کہیں اس سے کہیں نہ ہو سکتے۔ یہ جو بچہ نکلا
 قیاس کے قیاس سے نکلا۔ (۱) انصاف و حسن ان کے لیے ہے۔ (۲) ان کے لیے
 اور ان کے لیے ہی ہے۔ (۳) ان کے لیے ہی ہے۔ (۴) ان کے لیے ہی ہے۔ (۵) ان کے لیے ہی ہے۔ (۶) ان کے لیے ہی ہے۔ (۷) ان کے لیے ہی ہے۔ (۸) ان کے لیے ہی ہے۔

انکس وقت کی کیفیت اس طرح تھی کہ ان کے لیے ہی ہے۔ (۱) ان کے لیے ہی ہے۔ (۲) ان کے لیے ہی ہے۔ (۳) ان کے لیے ہی ہے۔ (۴) ان کے لیے ہی ہے۔ (۵) ان کے لیے ہی ہے۔ (۶) ان کے لیے ہی ہے۔ (۷) ان کے لیے ہی ہے۔ (۸) ان کے لیے ہی ہے۔

نفرت نہ کی جس کے باعث مقصد سے ہم میں کل عورتوں کی ذات بلند ہوئی اس کو وہ درجہ ملا جو کبھی کسی کے خواب و خیال میں نہ تھا اور ایسا عالمی و بزرگوں کی اس سے چھین نہیں سکتا۔ مگر یہ کسی نفسا میں کا دائرہ میدان جنگ نہیں بلکہ سرباکی مدد بہادران کی تیار داری اور مظلوم و مظلوم کی غیر مظلومی کے مسیحیت کا ایک خاص کارنامہ ہے جو کہ اس نے کسی بزرگوار اور لڑاکا کا فن فاکر کے اس کی بزرگوں و بزرگوار خلق و توحید و تسلیم و رضا و لغت و محبت کے جذبات کو روزمرہ زندگی کے فقر و غصے کے ساتھ وابستہ کر دیا۔

اب صرف حضور مسیح کی تعلیم کے بیرونی نتائج ہیں لیکن خداوندی ملاپ خدا کے ایک اثر و نتائج کسی زبردست مذہبی تہذیب اور مصلحت کی حکمت کے برآمد ہوتے ان باتوں کے لئے خدا کے جسم جو مصلحت و عقل حضور مسیح کے جسم نے انسانی احترام کے علاوہ اور میت برائے بڑے کام کیے گئے۔ لہذا وہ اس لئے جسم بنکر انسانیت میں داخل ہوئے کہ ہماری انسانیت بلند ہو خدا نے ہمارے شجر کو اس لئے بنایا کہ وہ ہم پر ظاہر ہو اور وہ دیوار ہو خدا اور انسان کے درمیان سے ایک آواز بنے۔

اس میں شک نہیں کہ حضور مسیح سے پیشتر ہی انسان خدا کی نسبت پہنچا اور اس کی ہدایت کرتا تھا لیکن اس کے باوجود وہ عالمی اور عمومی کے درمیان ایک دیوار تھی لیکن افقہ کے جسم نے حقائق اور مخلوق کا ملاپ کر دیا ہے۔ آسمان اور زمین میں بلا لاوار کے لئے فرق نہیں۔ لہذا حضور مسیح کی تعلیم اس کی لائق تعلیم نہیں۔ بلکہ اس کی ذات سے ظاہر ہوتی ہے۔ مسیح کو ہے کہ وہ نہایت خود تمیز و متفاد و بعض نے خیال کیا کہ فیلسوف و نقاد بلکہ مرنیا یا خود ایک مکاشفہ تھا۔ وہ صرف خوشخبری دینے والا نہ تھا بلکہ خود خوشخبری تھا وہ

صرف خدا کا کام نہ سنے والا نہ تھا۔ بلکہ خود خدا کا کام نہ سنے صرف کھلی لکھ دینا میں نہ آیا تھا بلکہ خدا کو لکھ کر آیا تھا۔ وہ حقیقت وہ انسانیت کے بروئے میں خدا نے ذوالجلال و فقار میں اور باپ ایک ہوں۔ لہذا اس میں باپ اور باپ اور باپ میں ہے نہ تو خدا میں خدا میں سے لکھا اور باپوں (لوگسٹا) میں ختم ہوئے دیکھا اس نے باپ کو دیکھا (لوگسٹا) اور بقول شخصے وہ ان میں ہمیں ہمارے خدا کی لکھ کر ہے کہہ میں ہم ان کو کبھی اپنے خدا کو دیکھتے ہیں

اپنے ایک میں نہ ثابت کرتے ہیں کسی حد تک کامیاب ہو کر کا ہوں کہ ہم میں خدا کی نسبت کا سال ہماری انکھوں کے سامنے بندہ جانا ہے کہ اس طرح خدا نے اللہ میں ہمیں بیا کر یہ ہماری خدایت کا بندوبست کیا۔ اب اس طرح سے اپنے پاس کا نام و اس طرح سے خود میں انسانی ذات و انسانی صورت اور انسانی زبان اختیار کر لیتے اگر ہر برگ و قطر میں نقش کو در نظر آتے ہیں۔ تو کھول خدا کا انسانی جام پہننا غیر ممکن تصور کیا جیسے جبکہ وہ اپنے کیر کے ظاہر کرنے کے لئے کہتے۔

یہ نہیں کہ ہم میں خدا خدا نہیں رہتا اور نہ ہی وہ مقسم ہوتا ہے بلکہ کہ تجسس خدا کی ایک ہی صفیت صاف نظر آتی ہے لیکن وہ کوہیت کی صدی مٹوری علم و ادب میں شجر ہو کر سکوت کرتی ہے۔ لیکن جسم میں خدا اپنی لازمت اسما سے کو جو ہادی تھی میں دعا سستی ظہر جن کو برطرف کیا۔ اور ہماری مانند شجرین کو ہم پر اپنی خجست اور ہم کو ظاہر کیا۔ جسے دور میں کسی نے سنار سے کو پیدا نہیں کرتی کہ ان سادوں کو جو سب دوری کے ہیں دعا میں نہیں دیتے ہم پر ظاہر کرتی ہے یا جیسے مٹوری اپنی جگہ اور تیز روشنی سے ہماری انکھوں کو چند صاف دیکھتے مگر اب آہستہ آہستہ ایجاد ہو چکے ہیں جس سے ہم سورج کو صفائی سے دیکھ سکتے ہیں

ہو تو ایک واقعہ بڑی دلچسپی سے دیکھتا ہے کہ سیکرٹری اسے جب اپنے دشمن کے مقابل میں لکھنے کو تیار تھا تو اس کی بیوی نے اسے نکلے کے الوداع کہنے سے روک دیا۔ اس نے اپنے دہلیز پر کھڑے ہو کر اس کی طرف دیکھا۔ مگر جبکہ اپنے باب کو قفل کی زدہ جگہ پر ہی پہنچا تو خود اور وہاں اس کی طرف سے آواز نہ آئی۔ اس نے کئی بار کواچی دایہ سے جھپٹے گا یا جب بیکٹر نے اپنے خود اناری اور اسے پیار سے بچنے کو کہا یا بچوں ہی بچنے نے اپنے باپ کو بچانا تو ہنسنے اور کھلکھلایے۔ باپ کی رو میں ایک بڑا ایسی طرح نبی اس میں خدا کے اس جلال کو جو کہ دنیا پر ظاہر ہوا۔ دیکھ کر ڈر گئے۔ غیر اشرف ۱۸:۱۲ لیکن اب وہی خدا جس کے لیے یہ ایسا جاہ و جلال ہے۔ انھیں چند حدیثیں باقی تھیں۔ البتہ میں ان کا یہ اپنے خوش پیروں میں نظر آتا ہے۔ جیسے سورج کی کرن توں و قزح میں خدا کی لامتناہی نسبت تصور میں آتی ظہور پذیر ہے میں کو ہم انھیں سے دیکھ سکتے ہیں ان سے شمع سکتے اور دل سے محسوس کر سکتے ہیں۔ گویا کہ وہ خدا جو نگاہ سے نفرت رکھتا ہے اب البتہ میں ان ہی سے محبت کرتا ہے جو محبت کرنے کے لائق ہیں۔

وہ خدا جس کی شان و شوکت پر نظریہ نظر فی حق ہے۔ اب وہی اپنے آپ کو خالی کر کے انسانوں کے مشابہ ہو گیا۔ مگر انہیں جلال میں داخل کرے۔

عام ہے یا رکھی ہوئی۔ خاص ہوئے و کوہ طور نہیں اگرچہ یہ سچ ہے کہ خدا رحیم و کریم اور غفور ہے لیکن کس طرح یقین آئے کہ وہ رحیم و غفور ہے اگر وہ آسمان پر جلاوہ گردہ کہ ہمارے پیچھے سی آتی۔ وہی جسے شرعی زبان میں کہہ سکتے ہیں چھوڑ دے کہ وہاں اور لوگوں کے لئے اعمال کیسے کیا خدا کا یہ کام ہے کہ کسی کو مٹا دے اور کسی کو جہنم اور جہنم کے قہر و غصہ دے کہ وہ ہمارے درمیان رہ کر ہماری کمزوریوں کا چارہ دے۔

ایک نوکر کو اس امر سے بحث نہیں ہوتی کہ آیا ایک حسین ہے کہ نہیں آیا وہ یا نکاح ہے کہ ترچھا۔ اس کا کتنا اقتدار ہے آیا وہ تہمت ہے کہ نہیں بلکہ وہ یہ دیکھتا ہے کہ ایک کا سلوک میرے ساتھ کیا ہے اس کے تعلقات میرے ساتھ کیسے ہیں۔ آیا محبت پر یا سختی پر مبنی ہیں۔

عزیز و ہمارا خدا صرف غلام و مقاموں میں رہنے والا نہیں بلکہ وہ مجھ پر ہمارے ہماری زمین پر مارا مارا پھرتا ہے اپنی پیاری مخلوق کے ساتھ عشق ہے۔ اگر وہ کسی کو کبیدہ خاطر دیکھتا تو اس کے دل کو ٹھیکس لگتی۔ اگر کسی کی دشمنی پر بن یا کسی کے چہرے کو چمکال پاتا تو بیزار ہوتا اور جب تک اور دور کمزوریوں اور بیمار لوگوں میں مبتلا اس کے سامنے آتے تو انہیں اچھا کرتا۔ جب اس نے لعنت کی موت کی تحریر تھی تو وہ درو یا۔ اس کے دل میں درد تھا۔ مگر از غفلت اس کے پیار و رحم کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ وہ پر غیبت ہے۔ خواہ ہم اس سے محبت رکھیں یا نہ رکھیں۔ وہ ہر حال میں ہم سے محبت رکھتا ہے۔ خدا اپنی محبت کی خوبی ہم پر یوں ظاہر کرتا ہے کہ جب ہم گناہ کر بیٹھے۔ تو سچ ہماری خاطر مولا مانا کہ انسان بظاہر کیش ہے لیکن خدا کا پیرا نہ دل کب یہ گوارا کر سکتا تھا جس نے ہم کو اس شرف و مخلوقات بنایا وہ دونوں اندھن بن جائے۔ جیسے باپ اپنے بیٹوں پر رحم نہ کھاتا ہے۔ وہی ہے ہی خدا بھی گناہوں پر تو سہ کھاتا ہے۔ اسی لئے سچ میں خدا انسانی ذات، انسانی صورت اور انسانی زبان اختیار کرتا ہے۔ تاکہ ہمیں آسمانی خوشیوں سے الا مال کرے۔

یہ شخص ہمارا دعویٰ ہی نہیں ذرا سی حیثیت کی تو اس کی ورق گردانی کیجئے وہ شرم سے ہلکے آج تک ان کمالات کی فتح و نصرت کے کارناموں سے لبریز ہے۔ نگاہ آؤ وہ لوگ اس کے قوسے منور ہوئے۔ بیماروں نے شفا پائی۔

جلوہ ہائے حقیقت دیکھے اسرار معرفت کھجے عالم روحانی کی شیر کی حیات
جاودانی پائی۔ نعمہ اے محبت سے سرمست جوئے۔

دوستو! ہم صرف کلمہ اللہ کی قوت میں شہر بستے ہیں آسمان کے نیچے کوئی
دوسرا نام نہیں جانتا جس کے دیئے سے ہم نجات پا سکیں۔ (اعمال ہم، ص ۱۱) بخیر
میں کوئی اور طاقت نہیں جو انسان کی مائیت کا انسداد کر سکے اس میں بلند
نظری پیدا کر سکے۔ جو ہی ایک ایسے باغبان کی طرح ہے جو جنگی گلابیں چلی
گلاب کی لہر دوڑاتا ہے کیونکہ اروج انسان میں بستا ہے۔ اس میں خیال کرتا
ہے اور یوں اس کے خیال پر ماریے خیال ہو جاتے ہیں۔ اس کی زندگی جاگ
زندگی ہو جاتی ہے یہ کیسا بھاری فضل ہے کئی گہری برکت ہے کون ہے جو
ذوہ کو اٹھا کر آفتاب کو دے اور خاک کو گہرے رختہ بنا دے۔

پس اتنی بڑی بکات سے غافل رہ کر ہم کیونکر کھٹکتے ہیں۔ اس لئے آواز اور
اپنی جہن میں نیا ذرا سا بڑھ کر رکھ دو۔ تو ہی تمہاری روحوں کو سنگین کشیدگی ہوگی
تمہارے قلب تاریک کو جگمگا دیگا۔ وہ ایسے ہیں جو ہم بنانا کہ میں آسمانی
خوشیوں سے مالا مال کرے۔ اس نے اپنے آپ کو اس لئے پست کیا کہ میں
آسمانی مقاموں پر پہنچائے۔ مگر میں اس سے باہر نکل کر اور ایک کی وادی ہے
پہنچا تو اس غلط کردہ کہ اپنے والوں میں جنوں نے گئے فتنوں کیا اس نے
میں خدا کے بیٹے ہونے کا حق جھٹلایا۔ محالہ بالا پر خدا کی خیر اور نفع میں
ان آدمیوں سے جس سے وہ راضی ہے۔ مخرج۔ وَمَا كُنَّا إِلَّا ابْلَاحُ

— * —

تقرظ

از مولوی ایم۔ ابن۔ شریف منشی فاضل و مولوی کل

جس طرح بارش کے لطیف قطرے اس ناکران ہمارے لئے شادابی کا پیمانہ بنے
وہ ای طرح انبیاء و مرسلین ایزدی نفوس کی تیرگی کو دور کر کے وہ حلالہ بن گئے ہیں
کہ وہ ذیل مخلوق کو ایک مقدس کا مرتبہ حاصل کر لیتی ہے۔

قیاس کی ویرانے بہت بعید ہے۔ قلب کا وہ مرتبہ جب وہ کسی مرد کا دل پر نظر
کا شکار ہو کر جمال خوارندی اور پند و معانی ایزدی کا مرکز بن جائے۔

کس بلندی پر ہے مقام لا عرش رب عجل کا ہوں میں سے
دو مردان کا جن کو مذہبی اصطلاحی زبان میں نبی یا رسول یا پیغمبر کے نام
یا دیوا گیا ہے بشریت کے لحاظ سے ہمارے محض ہوتے ہیں نظری اعتبارات
بہر وہ ہم سے تو قیامت میں رکھتے نہ ان کی پیداوارش و نبوت کا طریقہ ہم سے
جھکاؤ ہے نہ ان کی دنیاوی زندگی ایسی خلاف عادت یا صیرت خیر ہوتی ہے۔
کہ نہیں ہم سے مافوق ٹھہرائے۔ ہاں ایک چیز ہے جو اس دنیا میں ان کو فوج انسان
سے کیا بلا شات کے ذمہ ذرہ سے مافوق بنا دیتی ہے۔ سو انکاد اباحت ہے۔
عرومانی تنق ہے۔

اس قسم کے کمال روحانیت کے لحاظ سے تو ہر نبی ہی نوع انسانیت سے
افضل تر رکھنا ہے مگر ایک ایسی ذات ہی نظر آتی ہے جو تقاضائے قدرت کے لحاظ
سے ہی نوع خصوصیات سے متفرق ہے۔ وہ جناب علیؑ، ابن مریمؑ ہیں۔ آپ کی

پیدائش کا واقعہ کچھ ایسا عجیب و غریب ہے کہ جہاں فطرت کے تمام اصول ٹوٹ کر رہ جاتے ہیں۔ جناب سید علی کی پیدائش کے متعلق صحیحی اور سلفی نقلی متفق ہیں۔ صرف آپ کی موت کے متعلق اختلاف ہے لیکن اس معاملہ میں بھی آسمان پر اٹھائے جانے میں دونوں متحد ہیں۔ چنانچہ سلطان العزیز شہر بارہ کو نے بھی یہی خوب فرمایا ہے۔

بر فرعون قد کو جو کہ پیدائش
بے پاداشت پے عصمت پر پیدائش
مخبر و داد باو خدا پیدائش
مش علی شد عثمان زہد پیدائش
اب ایک چیز اور ہے جو ایمان باختلاف ہے و در حق کے متعلق مسئلہ اہمیت ہے
برادران اسلام جناب سید علی کو کہلہ اللہ اور روح اللہ کے معزز و محترم خطابات سے یاد کرتے ہیں اور سبھی حضرات ابن اللہ کا لفظ سید زیادہ موزوں سمجھتے ہیں اور یہ اختلاف ایک مستقل موضوع بحث بن گیا ہے۔ مسئلہ صحیحی فاضلوں نے چھوٹے چھوٹے رسالے اور مستقل کتابیں تصنیف کر کے اس مسئلہ کو صاف کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر ایم ایچ ڈرگنی صاحب نے اپنی مغلطائیں لکھ کر لکھ دی ہیں۔ حقیقت ڈاکٹر صاحب کو مصنفوں نے نہایت خوبی کے ساتھ اس کوشش کو سنبھالا ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ سیدوں کی مراد ابن اللہ سے وہی ہے جو مسلمانوں کی الفاظ و کلمات اللہ اور روح اللہ سے ہے۔ نیز ابن الرکت اور اہمات المؤمنین وغیرہ کی مثالیں دے کر ثابت کیا ہے کہ ایک معنوی کیفیت کو ابن اللہ سے استعارہ کیا گیا ہے مثلاً سیدنا السید محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہیں ہو سکتی کیونکہ خدا تعالیٰ ہے نہ ابن اللہ اور ان معنوں میں خدا کا بیٹا یا ابن اللہ نہیں۔ جن معنوں میں اولاد آدم سے ہے۔ وہ ان دیکھے خدا کے جلال کا پرتو اور اس کی ذات کا نقش ہے۔

ان عبارتوں سے یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ دنیا نے سیدوں کے وجود کی اہمیت کو بالکل غلط معنی میں سمجھا ہے۔ میرے نزدیک ایسے اہم مسئلہ کو اس سے زیادہ دعائی کے ساتھ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اسی قرل میں ڈاکٹر صاحب نے جناب سید علی کی ذاتی بزرگی کو اپنے غاص کی خیال کے ماتحت جوں تحریر فرمایا ہے کہ وہ مخلوق نہیں بلکہ الہی مخلوق ہے۔ البتہ اس کی بشریت مخلوق علی و مراد ابن اللہ نے اس سبب از بشریت کو پھینکا اور یہ بشریت فطرت علی و مراد ابن اللہ اس کا مندرجہ۔ اسی وجہ سے صحیحی جہاں نے اعلان کیا کہ میں باب سے نکلا ہوں اور قبل ازین کہ ابراہیم نقیاشوں میں مسیح انسان ہونے کی وجہ سے ابن اللہ نہیں بلکہ ابن اللہ ہونے کی وجہ سے انسان اور آسمانی بادشاہت کا سلطان ہے۔

اسی طرح چند قیمتی خیالات اور کہنے کے بعد جناب سید علی کی آمد طاعت غائی نجات کو قرار دیا گیا ہے جسے سیدوں کا ہی نہیں بلکہ تمام ندرائے عالم کا مسئلہ سمجھا ہے۔ کہ فرقہ اپنے ہی پیش رو کو ذریعہ نجات سمجھتا ہے لیکن حضرت سید علی نے دنیا کی نجات کے لیے محبت کا نسخہ جو فرمایا۔ جیسے ماں اپنا دودھ دلا کر خود کو کھڑا اور بچے کو مضبوط بناتی ہے۔ ویسے جتنے بھی اپنی موت سے بہی آدم کو ہر گز وہی مزدوری سے بچایا۔

الفرع ڈاکٹر صاحب کی یہ کوشش ہر طرح قابل وادبے کیا اچھا ہونا اگر وہ اس پہلے کو ذرا اور طول کر کے مستقل رسالہ کی صورت دے دیتے۔ نیز پنجاب کے جس بک سوسائٹی اگر اس کو اپنے مطبعہ میں شامل کر کے تو بے مثل نہ ہی خدمت ہوگی۔ (النبات لاہور ۸ دسمبر ۱۹۳۳ء)